تقلید و اجتہاد

از حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

دار الاشاعت نزد مولوی مسافر خانہ کراچی

اقتصاد

فی

التقلید والاجتہاد

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ملا

مطبوعہ: مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی شرع لنا اتباع الکتاب والسنۃ دینا و سبیلا ووضع لشرحہما تفقہ العلماء واجماع الامۃ معینا و دلیلا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الامی الذی جعل السوال شفاء لمن کان بداء العی علیلا و انذر من کتم علما سئل عنہ انذارا وبیلا. اللھم صل وسلم علیہ وعلی جمیع اخوانہ من الانبیاء وعلی آلہ وصحبہ الاصفیاء وورثتہ من العلماء والاولیاء صلوٰۃ وسلاما ابدا طویلا

اما بعد۔ اس زمانہ کے فتن عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و اجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں۔ ایک اجتہاد و قیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقلدین کیلئے حرام بلکہ کفر و شرک بتلا رہا ہے دوسرا تقلید کو حرام کہکر اجتہاد کو سب کیلئے جائز بتا رہا ہے۔ تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید کی اجازت دیکر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابو حنیفہؒ کی تقلید سے اُن کو مخالف حدیث سمجھکر نفرت دلا رہا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں رنگ لا رہا ہے۔ پانچواں قائس و مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب سے آیات و حدیث کیساتھ رد و اور گستاخی سے پیش آ رہا ہے غرض جس کو دیکھو ایک نیا افسانہ سنا رہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے علمائے اہل حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں

شائع فرماتے ہے اور لوگوں کو صراط مستقیم بین الافراط والتفریط پر لاتے ہیں
اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادت
مستمرہ مسلّمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضا
ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے
اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار و سنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع
پایا اس لیے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے
اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آجائے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنے کی سبب
ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جائے باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک
نہیں۔ قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا
اور رسالہ مسمیٰ بہ **الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد** مشتمل ہے ایک مقدمہ
اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر۔ **مقدمہ** اور اس میں چند امور پر تنبیہ ہے۔
نمبر (۱) مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسی کا رد و ابطال کیونکہ
سوال و جواب کا کہیں انتہا نہیں اور اسکات محض کسی کا ممکن نہیں صرف مقصود
یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح
سے خالی الذہن ہیں ان کو اطمینان و شفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی پر یا اگر
پیروؤں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ ان کے حق پر ہونے کے احتمال تو اپنی زبان کو روک لیں
نمبر (۲) اسی لئے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس
اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہو سکیں
لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہو یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ

نہیں ممکن ہوا تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جاوے۔

نمبر (۳) اس میں ہر دعوے کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھدیا گیا ہے البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سند لگئی تھی تو اس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں لکھے گئے ہیں۔

نمبر (۴) اگر اثنائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد رکھے یا لکھکر محفوظ رکھا جاوے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہوگا ورنہ دریافت کرکے اطمینان کرلیا جائے۔

نمبر (۵) چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اور معروض ہوچکا لہذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائیگا اگر طرز سوال سے مظنون ہوا کہ دفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جاوے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جاویگا۔

مقصد اوّل حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کیلئے اجتہاد اور غیر مجتہد کیلئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

مقصد دوم اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھکر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کرلینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

مقصد سوم جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں بس صرف جمع احادیث

قابل تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

مقصد چہارم تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی۔

مقصد پنجم اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

مقصد ششم بعض شبہات کشیرۃ العروض کا جواب۔

مقصد ہفتم جس طرح تقلید کا حکم قابل احتیاط ہے اسی طرح اس میں غلو جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کی۔

خاتمہ بعض مسائل فرقہ حنفیہ کے دلائل ہیں۔

مقصد اول | حکم غیر منصوص محتمل بوجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

حدیث اول | عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر لہ ذلک فقال اصبت فاجنب رجل اٰخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال نحو ما قال للاٰخر یعنی اصبت اخرجہ النسائی۔ میر کلکتہ صفحہ نمبر ۴۳ کتاب الطہارۃ باب ۲۰

ترجمہ طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے

فرمایا تم نے بھی تو ٹھیک کیا روایت کیا اس کو نسائی نے **ف** اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ اُن کو اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر بعد عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کر کے اطلاع دی اور آپ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اُس کی مشروعیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر پس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپ نے اُس کو جائز رکھا پس جواز قیاس میں کچھ شبہ نہ رہا۔ **تنبیہ** دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہونے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اعادہ نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

حدیث دوم عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذكروا ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول ولا تقتلوا انفسكم ان اللہ كان بكم رحیما فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا اخرجه ابوداود۔ تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب ۷

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات کو احتلام ہوگیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کرکے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی میں نے جو امر کہ مانع نہیں تھا اس کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے **ف:** یہ حدیث بھی صراحتہً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپ نے اس کو جائز رکھا۔

حدیث سوم عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیا ثم وجدا ماء فی الوقت فتوضأ احدھما وعاد لصلوٰتہ ما کان فی الوقت ولم یعد الآخر فسألا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم یعد اصبت السنۃ واجزأتک وقال للآخر انت فلک مثل سہم جمع نسائی مجتبائی ص

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کرکے نماز پڑھی پھر وقت کے رہتے ہوئے پانی مل گیا سو ایک نے تو وضو کرکے نماز لوٹا لی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا

جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اُس سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے طریق
سنت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا
کہ تجھ کو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا روایت کیا اس کو نسائی نے

ف۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی البتہ ایک کا قیاس
سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح سو یہ عین مذہب محققین کا ہے کہ
المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح سمجھتا ہے کبھی غلط۔ مگر آپ نے
کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا پس جواز قیاس کا واضح ہو گیا
یہ سب احادیث بالاشتراک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا
ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔

حدیث چہارم

عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلما و امیرا فسألناہ عن رجل توفی
وترک ابنۃ واختا فقضی للابنۃ بالنصف وللاخت النصف
ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی اخرجہ البخاری وھذا لفظہ
وابوداؤد۔ تیسیر کلکتہ ص ۳۲۹ کتاب الفرائض فصل ثانی **ترجمہ**

اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ
ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بن کر آئے ہم نے ان سے یہ مسئلہ
پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کیلئے

حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت زندہ تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد نے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تقلید جاری تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلاویگا اور اُس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ سو قصہ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جوازِ قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل نہیں دریافت کی اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذ رضؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول پس اس سے جوازِ تقلید کا اور حضور کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہوگیا۔

حدیث ششم عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه الحدیث رواه ابوداؤد مشکوٰة کتاب العلم ص ۲۶

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتویٰ دیدے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بدون معرفتِ دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گنہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی

جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتا دینے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھیرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہو گیا آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے۔

حدیث ششم عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل یکون له الدین علی رجل الی اجل فیضع عنه صاحب الحق لیعجل الدین فکرہ ذلک ونہی عنه اخرجه مالک۔

مطبع کلکتہ ص۲۴۳ کتاب البیع باب البیع فروع فی الحیوان۔

ترجمہ۔ حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دیدے آپ نے اس کو ناپسند کیا اور منع فرمایا۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمرؓ کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھنا ہے۔ .... پس ابن عمرؓ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث ہفتم عن مالک رح انه بلغه ان عمر رضی اللہ عنه سئل فی رجل اسلف طعاما علی ان

يعطيه اياه في بلد اٰخر فكره ذلك عمرؓ وقال فاين كراء الحمل

تیسیر کلکتہ ص۲۲۱ کتاب البیع باب سابع

ترجمہ۔ امام مالکؒ سے مروی ہے ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ کرایہ بار برداری کا کہاں گیا۔

ف چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوع صحیح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ آپ نے بیان فرمایا نہ سائل نے پوچھا بدون دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا پس دونوں کا جواز حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہو گیا

حدیث ہشتم عن سليمان بن يسار ان ابا ايوب الانصاريؓ خرج حاجاً حتى اذا كان بالبادية من طريق مكة اضل رواحله وانه قدم على عمر بن الخطاب يوم النحر فذكر ذلك له فقال اصنع ما يصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادركك الحج قابلا فاحجج واهد ما استيسر من الهدي

تیسیر کلکتہ ص۱۳۱ کتاب الحج باب حادی عشر فصل ثالث۔ ترجمہ سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا

ص۱۳۱ کتاب الحج

سو اب تم بھی ویسی ہی کرو پھر تمہارا احرام کھل جاویگا پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتوی کی نہیں پوچھی اب تابعین کی روایت تقلید سنئے۔

حدیث نہم | عن جابر بن زید و عکرمۃ انھما کانا یکرھان البسر وحدہ و یاخذان ذلک عن ابن عباس

اخرجہ ابو داؤد۔

تیسیر کلکتہ ص ۲۰۰ کتاب الشراب باب ثانی فصل رابع۔

ترجمہ جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں صاحب خیساندہ کے لئے خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے اور اس فتوے کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے **ف** صرف ابن عباسؓ کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے۔

حدیث دہم | عن عبید بن ابی صالح قال بعت بزاً من اھل دار نخلۃ الی اجل فاردت الخروج الی الکوفۃ فعرضوا علی ان اضع لھم و ینقدونی فسالت زید بن ثابت فقال لا امرک ان تفعل ولا ان تاکل ھذا ولا توکلہ اخرجہ مالک

ترجمہ عبید بن ابو صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں سے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کے لئے ایک میعاد دیدی پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں

ان کو کچھ دام چھوڑ دوں اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں یہیں سے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انھوں نے فرمایا کہ نہیں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اس کے کھلانے کی۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف: اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالح نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء و افتاء بلا نقل دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر ان کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں

مقصد دوم

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کے تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز ہے اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے

حدیث اول

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظة فادرك بعضهم العصر فی الطریق فقال بعضهم لا نصلی حتی ناتیها وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلك فذکر ذلك للنبی صلی اللہ علیه وسلم فلم یعنف واحدا منهم (بخاری جلد ثانی مصطفائی ص۵۹۱)

ترجمہ: بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچنے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا کہ ہم نماز نہ پڑھیں گے جبتک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں دبلکہ مقصود تاکید سے جلدی پہنچنے کی کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ پھر یہ قصہ آپ کے حضور میں ذکر کیا آپ نے کسی پر بھی ملامت وسختی نہیں فرمائی

ف اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھ کر احد الواجبین المتخلین سے نماز پڑھ لی مگر آپ نے اُن پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر لفظوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا

حدیث دوم

عن انس ان رجلا کان یتہم بام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعلی اذھب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ھو فی رکی یتبرد فقال اخرج فناولہ یدہ فاخرجہ فاذا ھو مجبوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحسن فعلہ زاد فی روایۃ و قال الشاھد یری مالا یری الغائب اخرجہ مسلم۔

زعیم کلکتہ ص۱۳ کتاب الحدود باب ثانی **ترجمہ** حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ ایک شخص ایک لونڈی سے ام ولد سے متہم تھا آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اُس کی گردن مارو حضرت علیؓ اس کے پاس تشریف لائے تو اسکو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے آپ نے فرمایا باہر نکل پھر

اپنا ہاتھ ڈالدیا آپ نے اس کو نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے ان کے عمل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

ف۔ اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو معلل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہیں دی اور حضور نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھکر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو مگر عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

حدیث سوم عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و معاذ ردیفہ علی الرحل قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک وقال فی الثالثۃ ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ افلا اخبر بہ الناس فیستبشروا قال اذا یتکلوا فاخبر بہا معاذ عند موتہ تاثما متفق علیہ۔ مشکوۃ الصابیح اختصار

ترجمہ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے آپ نے تین بار پکارا

اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقر ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرماویں گے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگوں سے کہدوں کہ خوش ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوف گناہ سے (کہ دین کا چھپانا حرام ہے) خبر دی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے

ف۔ دیکھیے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے مگر حضرت معاذؓ نے قوۃ اجتہادیہ سے اول بامر مشورہ و مقید بزمان احتمال اتکال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کردیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نصوص کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ سمجھتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھکر علت و قید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے دلائل متعارضہ علمیہ سے تخصیص نہ کرتے

حدیث چہارم

عن ابی عبد الرحمٰن السلمی قال خطب علیؓ فقال وفیہ فان امۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زنت فامرنی ان اجلدھا فاتیتہا فاذا ھی حدیثۃ عھد بنفاس فخشیت ان اجلدتہا فتلتہا فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت اترکہا حتی تتماثل اخرجہ مسلم و ابوداؤد والترمذی۔ تیسیر مطبع کلکتہ صفحہ ۲ کتاب الحدود باب ثانی۔

ترجمہ۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور

اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے کوڑے لگاؤں میں جو اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اس کے دُرّے ماروں گا تو مر ہی جائیگی پھر میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ تن درست ہو جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم وابوداؤد و ترمذی نے۔

ف۔ باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلائل کلیہ پر نظر کرکے قوت اجتہادیہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا۔ اور اسی پر عمل کیا اور حضورؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی تعبیر ہے تارکین قراءۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو حالت انفراد سے مثل کعیا تم تقریر دوسری احادیث کے جس کی تصریح سفیان سے بحوالہ ابوداؤد خاتمہ میں ہوگی پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث کا کہنا صحیح نہ ہوگا۔

حدیث پنجم عن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت رجلا وجد مع امراتہ رجلا ایقتلہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قال سعد بلی والذی اکرمک بالحق ان کنت لاعاجلہ بالسیف قبل ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا الی ما یقول سید کم

(رواہ مسلم وابوداؤد و مشکوٰۃ ص ۳۰۳ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کیساتھ کسی
مرد کو دیکھے کیا وہ اس کو قتل کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
نہیں سعدؓ بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین
حق لانے کے ساتھ مشرف فرمایا میں تو پہلے تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کردوں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو تمہارے سردار کیا کہتے ہیں
روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد نے ف. ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہو سکتا
ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کر دیا مگر حاشا و کلا ورنہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو زجر فرماتے نہ یہ کہ اور الٹی اُن کی تعریف فرما دیں
اور تعظیمی لفظ سید سے اُن کو مشرف فرما دیں کیونکہ دوسری حدیث میں منافق
کو سید کہنے سے ممانعت آئی ہے ۔ (مشکوٰۃ انصاری جلد ثانی ص۴۰۹)
اور دعویٰ اسلام کے ساتھ حدیث کو رد کرنے والے کے منافق ہونے میں کیا
شبہ ہے ۔ تو آپ ان کو سید کیوں فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضورؐ کے
اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو
قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں پس اُن کی عرض کا مطلب یہ
تھا کہ گو میں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عند الحاکم میرے دعوے پر
کوئی دلیل نہیں ہے لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا
کیونکہ اس حالت میں قتل کو فی نفسہ جائز ہی ہے پس یہ حدیث کا رد وانکار نہیں
ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہادیہ سے کسی حدیث کی مدلول
ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اس پر عمل جائز ہے اور اس کو

ترک حدیث نہ کہیں گے۔

حدیث ششم (۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لیس التحصیب بشئی انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الشیخین والترمذی رتیسیر کلکتہ صفحہ(۳) کتاب الحج باب ثانی عشر)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصب میں اترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھیر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وترمذی نے۔

ف۔ ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہر اً دلیل ہے سنت ہونے کی چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی بنا پر اسکو سنت کہتے ہیں۔ اس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہادیہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں ٹھیر گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ یہ قول کہ صلوٰۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصودہ نہیں اتفاقاً بطور ثنا ودعا کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذ میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔

حدیث ہفتم عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمر بن حزم اسماء بنت عمیس امراۃ ابی بکر غسلت ابا بکر حین توفی ثم خرجت فسالت من حضرھا من المھاجرین فقالت

انی صائمہ وان ھذا یوم شدید البرد فھل علی من غسل فقالوا لا

(اخرجہ مالک رحمیہ مشکوٰۃ ص۴۹ کتاب الطہارۃ باب غسل فصل ثالث)

ترجمہ۔ عبداللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکرؓ نے ابوبکر کو بعد وفات کے غسل دیا پس باہر آکر اس وقت جو مہاجرین موجود تھے ان سے پوچھا کہ روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سردی کا ہے کیا میرے ذمہ غسل واجب ہے انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ دیکھئے حدیث میں مردہ کو غسل دیکر غسل کرنیکا حکم بصیغہ امر فلیغتسل آیا ہے (رحمیہ ص۲۳) جو ظاہراً وجوب کیلئے ہے مگر مہاجرین صحابہ نے قوۃ اجتہادیہ سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا بھی امر نہیں کیا اور اس حل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مرورِ بین یدی المصلی میں وجوب کیلئے نہیں بلکہ زجر و سیاست پر محمول ہے اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں۔ اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔

[illegible]

مقصد سوم

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کرنیکی اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوۃ اجتہادیہ کے معنی۔

حدیث اول | عن ابن عباسؓ قال اصاب رجلا جرح

علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قتلوہ قتلھم اللہ تعالیٰ الم یکن شفاء العی السوال انما کان یکفیہ ان تیمم وان یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیہا ویغسل سائر جسدہ ابوداؤد زمیر کلکتہ صفحہ ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سلیم ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم لگ گیا پھر اس کو احتلام ہو گیا ساتھیوں نے اس کو غسل کے لئے حکم کیا اس نے غسل کیا اور مر گیا یہ خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں کیا ناواقف کا علاج دریافت کرنا نہ تھا اس کو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ **ف**۔ ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیۂ قرآنیہ وان کنتم جنبا فاطھروا کو معذور و غیر معذور کے حق میں عام اور آیت وان کنتم مرضی الخ کو حدیث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فتویٰ پر رد و انکار فرمانا اس وجہ سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد و قیاس حجت شرعیہ نہیں سکا حجت و معتبر ہونا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ رکھتے تھے اس لئے ان کے لئے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

حدیث دُوم عن عدی بن حاتم اخذ عقال الابیض وعقال الا اسود حتی کان بعد اللیل نظر فلو یستبینہ

لہ فلما اصبح قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جعلت تحت وسادتی خیط الابیض وخیط الاسود قال ان وسادتک لعریض ان کان الخیط الابیض والخیط الاسود تحت وسادتک اخرجہ الخمسة (تیسیر کلکتہ باختصار ص۳۲ کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ)

ترجمہ - حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود) تو انہوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لیکر رکھلیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اُس کو دیکھا تو وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا آپ نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے اگر سفید اور سیاہ ڈورے جن سے مراد دن اور رات ہی تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے - **ف** - باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہادیہ نہ ہونے کے فہم مراد قرآنی میں غلطی کی کیونکہ ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار نہ فرمایا۔ گو وہ خطاہی کیوں نہو۔ کہ جیسا اس سے معلوم کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ تھی اس لئے آپ نے اُن کی رائے و فہم کو معتبر نہیں فرمایا۔"

حدیث سوم عن عطاء بن یسار قال سال رجل ابن عمر

بن العاص عن جل طلق امرأت ثلثا قبل ان یمسھا فقال عطا فقلت انما

طلاق البکر واحدۃ ...... فقال لی عبد اللہ

انما انت قاص الواحدۃ تبتھا والثلث تحرمہ

حتی تنکح زوجا غیرہ اخرجہ مالک۔

(تیسیر مکالمتہ ص۲۳۹)

کتاب الطلاق فصل ثالث ترجمہ عطا بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل صحبت تین طلاق دیں عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے حضرت عبداللہ بولے کہ تم تو بڑے واعظ آدمی ہو یعنی فتوی دینا کیا جانو ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی ہے روایت کیا اس کو مالک نے۔ ف حضرت عطاؒ کے فتوی کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہؓ نے محض ان کی قوۃ اجتہادیہ کی کمی پر معتبر و معتد بہ نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اس کی دلیل ہے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہیں

حدیث چہارم عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ

غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ الحدیث رواہ الشافعی والبیھقی فی المدخل ورواہ احمد و الترمذی وابو داؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ انصاری صکا)

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے تروتازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث سنے اور اس کو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچاوے کیونکہ بعضے پہنچانیوالے علم کے خود فہیم نہ ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانیوالے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابت رضی سے۔ **ف**۔ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔ آگے۔ وہ حدیثیں سنئے جن سے قوت اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔

حدیث اول عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل اٰیۃ منہما ظھر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ انصاری صکا)

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے ہر آیت کا

ایک ظاہری ایک المن اور سمجھنے کے لئے ذریعہ اطلاع جدا گانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لئے قوت فہمیہ) روایت کیا اس کو شیخین نے۔

حدیث دوم عن عروۃ بن الزبیر قال سالت عائشۃ عن قول تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما قلت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ فقالت بئس ما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت علی ما اولتھا کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما وفی ھذا الحدیث قال الزھری فاخبرت ابا بکر بن عبد الرحمن فقال ان ھذا العلم ما کنت سمعتہ اخرجہ الستۃ۔

(تیسیر کلکتہ ص۱۴۱ کتاب التفسیر سورۃ البقرہ)

ترجمہ عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا ان الصفا والمروۃ الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا و مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہ ہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے قیاد رالی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا اے بھانجے تم نے بڑی غلط بات کہی

اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن عبد الرحمن کو اس کی خبر دی انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا روایت کیا اس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث سوم عن ابن مسعود فی فضل الصحابۃ کانوا افضل هذه الامۃ ابرها قلوبا و اعمقها علما و اقلها تکلفا الحدیث۔ رواہ رزین مشکوٰۃ انصاری ص۲۲ ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمامی امت سے افضل تھے سب سے زیادہ ان کے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عمیق تھا سب کم انکا تکلف تھا روایت کیا اس کو رزینؒ نے

حدیث چہارم عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین ھل عندکم من سوداً فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عزوجل قال لا والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ ما علمتہ الا فہما یعطیہ اللہ رجلا فی القرآن اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی۔

(تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۰۴ کتاب القصاص فصل اول المسلم بالکافر)

ترجمہ۔ ابی جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں

انہوں نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرما دیں۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث پنجشم عن زید بن ثابت قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر جالس عنده فقال ابوبکرؓ ان عمر جاءنی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی کل المواطن فیذهب من القرآن کثیر وانی اری ان تامر بجمع القرآن فقلت وکیف افعل ما لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر هو واللہ خیر فلم یزل یراجعنی فی ذلک حتی شرح اللہ صدری للذی شرح له صدر عمر ورایت فی ذلک الذی رای الحدیث اخرجه البخاری والترمذی۔

(تیسیر کلکتہ ص ۸۵ کتاب تالیف القرآن عد)

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابوبکرؓ نے میرے بلانے کیلئے آدمی بھیجا وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کے کام آئے مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائیگا اس لئے میری رائے ہے کہ آپ

قرآن جمع کرنیکا امر فرماویں میں نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے پس برابر بار بار اسی کو کہتے رہے حتیٰ کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجھکو بھی شرح صدر ہو گیا روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے۔

ف۔ مجموعہ احادیث مذکورہ پنجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے۔

اوّل۔ یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و دقیق کہ وہ اسرار و علل و حکم ہیں چنانچہ قرآن کے باب میں حدیث اول اس پر صراحۃً دال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معانی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استاد سے افضل وافقہ ہونیکے کوئی معنی نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں۔

دوسرا امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں کوئی ظہر نص تک رہجاتے ہیں۔ کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے مگر حضرت عروہؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی زہری نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سن کر بہت مسرت ظاہر کی اور اس کو علم کہا۔

تیسرا امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل و

شرف نہیں ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق وعمیق ہونے سے موجب فضل وشرف اور اس درجہ میں اس کو علم معتدبہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحۃً دال ہے چوتھا امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتسب نہیں ہے محض ایک امر وہبی ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابوبکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر وارد غیبی اور سر حکم اجتناب عن البدعۃ وارد ہوئے تو اس کا کلیہ حفظ دین مامور یہ میں داخل ہونا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعۃ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصاص کے لئے زیادت خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھہرا دیا گیا سو مراد قوۃ اجتہادیہ سے اسم فہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے بس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ و قوۃ فہمیہ علمیہ خاصہ وہبیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوۃ کی نصوص کے مدلولات غامضہ ومعانی دقیقہ اور احکام کے اسرار وعلل یعنی احکام تکلیفیہ واحکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی گو دوسرے وقت یہی اطمینان و تحقیق ان کو بھی ہو جاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے واجتہاد واستنباط وشرح صدر وغیرہا عنوانات سے آیات واحادیث میں جابجا تعبیر کیا گیا ہے۔

مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آں۔

مقصد چہارم
تقلید شخصی ثابت ہے اور اس کے معنی۔

حدیث اول
عن حذیفہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکرؓ وعمرؓ الحدیث اخرجہ الترمذی۔ (تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۴۹ کتاب الفضائل باب ثالث)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتدا کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ سے ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بتلایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلاخلافت تو دونوں صاحب آپ کے روبرو بھی موجود تھے پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجیو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کیجیو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اُن کا اتباع کیجیو۔ پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب

بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے۔ صرف اس کا جواز اور مشروعیت اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے گو ایک معین زمانہ کے لئے سہی۔

حدیث دوم عن الاسود بن یزید الی آخر الحدیث۔

ف۔ یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم معہ ترجمہ کے گذر چکی ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے۔ اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

حدیث سوم عن هزيل بن شرحبيل في حديث طويل مختصره قال سئل ابو موسى ثم سئل ابن مسعود واخبر بقول ابي موسى مخالفه ثم اخبر ابو موسى بقوله فقال لا تسألوني مادام هذا الحبر فيكم اخرجه البخاري وابو داؤد والترمذي

(تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ۔ خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے فتویٰ کے بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا پھر ان کے فتوے کی
خبر حضرت موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم متبحر تم لوگوں میں موجود
ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے۔
ف۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے
ہوئے مجھ سے مت پوچھو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لئے
فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہوا اور اس کے ضروری ہونے کے معنی

مقصد پنجم

اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

اوّل۔ اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ دعوے کی تعیین
ہو جاوے۔ سو جاننا چاہیے کہ کسی شے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے ایک
یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ ایسی
ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں
آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے ان امور پر عمل کرنا بدون اس امر
کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء
کے اس قول کے مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن و حدیث کا جمع کر کے
لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کتابت ہی
کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرما دی ہے۔

حدیث چہارم

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب

متفق علیہ (مشکوۃ انصاری صفحہ ۱۷۴) ۔ **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم تو ایک امی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتاب روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ دلالت حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصہ کیسے واجب ہوگی لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید کی گئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون مقید بالکتابت کرنے کے محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن وحدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جائیگا چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام امت کا دلالۃً اتفاق چلا آرہا ہے ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی تو جاننا چاہیے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات اس لئے ایسی آیت وحدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لیکر تاکیدی حکم آیا ہو جیسے کتاب قرآن وحدیث کے جواب کے لئے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکورہ میں اس کے جواب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اس کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے لئے نص پیش کرنے کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں۔

اوّل:۔ علم وعمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

ثانی ۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

ثالث ۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

رابع ۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

خامس ۔ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے سو یہ تجربہ و مشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد و غرض پرستی غالب ہے چنانچہ ظاہر ہے اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دیگئی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں بس اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آ دیں گی۔ ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کریں گے اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کیساتھ خاص نہیں کیا گیا ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سُنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہوگا تو احکام میں جس قدر تصریف و تحریف پیش آوے تعجب نہیں مثلاً ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوۃ اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہوا جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معلل ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ عرب کے اکثر لوگ اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اکثر مینگنی میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب عضو پاک و صاف ہو جاویں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے

جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں محفوظ مکانوں میں آرام سے
بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن خود پاک صاف رہتا ہے اس لئے ہم پر وضو واجب نہیں
بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ
اور کون حکم تعبدی یعنی غیر معلل ہے یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے اس وقت
ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے۔ یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ
نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے اس علت سے
ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال میں سہولت ہو پس جہاں
اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام
منسوخہ بالاجماع کے غیر منسوخ ہونیکا دعویٰ کرے مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے چنانچہ
ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف

تحقیق اجماع

احکام و مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے امر رابع کا امور خمسہ
مذکورہ سے کیونکہ حقیقت اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر
اتفاق کرلیں اور اگر کوئی عمداً یا خطاءً اس اتفاق سے خارج رہے تو اس کے پاس
کوئی دلیل محتمل صحت نہو اور خطاء میں وہ معذور بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ
کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف رہا مگر بوجہ غیر مستند الی الدلیل
الصحیح ہونے کے وہ قادح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقیق
اجماع نہیں ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ اور متواتر ہونیکا دعویٰ مشکل ہو جائے گا
کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیات منسوخہ
التلاوۃ کو داخل قرآن اور حضرت ابو الدرداء سورۃ واللیل آیت وما خلق الذکر

والانثیٰ میں کلمہ وما خلق کو اور ابن مسعودؓ معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے گویہ اقوال معوذتین سے ہی روز ہے ہوں تو لازم آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہوتا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی رہے حالانکہ ایک ساعت کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ سب اس کو تمام ازمنہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی۔ اس لئے کسی نے سلف و خلفاء اس کو مضر مخل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو مخطی سمجھا بوجہ مفید ہونے کے حدیثیں یہ ہیں

حدیث اوّل عن ابن عباسؓ قال قال عمر اقرءنا ابی و اقضانا علی وانا لندع من قول ابی وذلک ان ابیا یقول لا ادع شیئا سمعته من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقد قال اللّٰہ تعالیٰ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا۔ بخاری۔

مطبع احمدی جلد ثانی صفحہ ۶۴۴

حدیث دوم عن علقمۃ قال دخلت نفر من اصحاب عبد اللّٰہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم من یقرء فقلنا نعم قال فایکم اقرء فاشاروا الی فقال اقرء فقرات واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی قال انت سمعتھا من فی صاحبک قلت نعم قال وانا سمعتھا من فی النبی صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلم وھولاء یابون علینا۔

(بخاری جلد ثانی صفحہ ۷۴۳)

حدیث سوم عن زر قال سالت ابی بن کعب قلت ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال ابی سالت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی قیل فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری جلد ثانی صفحہ ۷۴۴)

ف چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر گذر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں لکھا گیا الجملہ یہ خرابی تو عوام اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد کی کوئی تقلید بھی کرنے لگے دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھکر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں اُن میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لئے عمل نہیں کرسکتے کہ اُس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کرکے تعطل وبطالت کو اختیار کریں اور کیا ہوسکتا ہے اور یہ ترک سے امر خاص کا اور مذکور نہیں ہے اور ایسے احکام اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ وحصر مشکل ہے چنانچہ جزئیات فتاوی کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوسکتا ہے دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے۔

حدیث وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا من غیر خوف ولا سفر (تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۲ کتاب الصلوۃ باب ثامن فصل ثانی) ترجمہ۔ اور مسلم کی ایک روایت

سے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے
اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدون سفر کے فقط
حالانکہ بلا عذر حقیقۃً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہر احادیث سے مفہوم
ہوتا ہے اسی لئے اس میں قوۃ اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے پس اگر ان احادیث
کے ظاہر پر عمل کیا جاویگا تو مخالفت اجماع کی لازم آوے گی جس میں ترک ہے امر
رابع کا تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں
بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں کبھی ایک مجتہد کے فتوے پر عمل کر لیا
کبھی دوسرے کے فتوی کو لے لیا سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت
لازم آویگی مثلاً ایک شخص نے وضو کر لیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابو حنیفہؒ کے
نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتوی لیتا ہوں کہ خون
نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے
امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہ کا
فتوی لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی چونکہ
اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لئے سب کے
نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے
اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کے لازم نہ آئیگی لیکن بوجہ غلبہ غرض پرستی
کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لیگا جو اس کی خواہش نفسانی کے
موافق ہوا اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو پس اس قول کو دین سمجھکر نہ
لیگا بلکہ خاص غرض ہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش

نفسانی کے بنانے رہیگا خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کریگا۔ اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہوگا دوسرے کا تلاش کریگا غرض علم دین و عمل دین دونوں میں نیت اسکی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہوگی اور اس میں ترک ہے امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جاویگا بعد چندے اس آزادی کا ذروع سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہے کچھ بعید نہیں۔ بلکہ غالب و قریب ہے پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے پس تقریر بالا سے بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بالا خلل پذیر ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۱۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

نمبر ۲۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

نمبر ۳۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی ہے ضرر دین کا ہو۔

نمبر ۴۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

نمبر ۵۔ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتد بہ انسداد اور علاج ہے پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا۔ رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

حدیث اول عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔ متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری صلا **ترجمہ** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کریگا تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کے لئے ہجرت کی ہے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ **ف** اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے بحکم دوسری حدیث کے سب گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی اس پر ملامت و شناعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

حدیث دوم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحہا

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۴۲۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سا یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو بجز اس کے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ متاع دنیا حاصل کر لوں گا تو قیامت کے روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے **ف** مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہو تا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے پس یہ حدیث بھی امر اول کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث سوم عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ھذا حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح مشکوٰۃ صفحہ ۲۲

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جاوے جن کو میں لایا ہوں روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں نووی نے اس کو اربعین میں صحیح کہا ہے **ف**۔ اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے۔

حدیث چہارم

عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الحدیث متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۴۲) **ترجمہ**۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں پڑنے لگتا ہے وہ ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چراوے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے یاد رکھو ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضروری ہے اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

حدیث پنجم

عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس بہ حذرا لما بہ باس۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ انصاری ۲۴۲)

ترجمہ عطیہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ ان چیزوں میں خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ف: چونکہ تقوی نص قرآنی اتقوا واجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے ایسی چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اس لئے یہ بھی واجب ہوا پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث ششم عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ اجارکم من ثلث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتھلکوا جمیعا وان لا یظھر اھل الباطل علی اھل الحق وان لا تجتمعوا علی ضلالۃ۔ اخرجہ ابو داؤد۔

(مشکوٰۃ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۵۴۳ کتاب الفضائل باب ۔۔۔)

ترجمہ۔ ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بد دعا نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہل حق پر غالب نہ کریں گے تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہ ہو گے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے

حدیث ہفتم عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳)۔ **ترجمہ** حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شیطان بھیڑیا ہے انسان کا جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور اُن سے دور جا پڑی ہو اور ایک کنارہ رہ گئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو اہل دین کے، عام جماعت میں رکھو روایت کیا اس کو احمد نے۔

حدیث ہشتم وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابی داؤد۔ (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳)

ترجمہ۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اُس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ روایت کیا اس کو احمد و ابوداؤد نے

ف۔ ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ اُمت محمدیہ جس امر پر اتفاق و اجتماع کرلیں وہ ضلالت نہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اُس کی ضد اور خلافت ضلالت ہوگا کما قال تعالیٰ فما ذا بعد الحق الا الضلال اور اجماع

میں شریک رہنے کی تاکید اور اُس سے جُدا ہونے پر وعید فرمائی پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالۃ ہوگی پس اجماع کے مقتضے پر عمل واجب ہوگا اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہوگیا۔

حدیث نہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال علی لعمر یا امیر المؤمنین لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال رفع القلم عن ثلثۃ عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوہ حتی یبرئ الحدیث اخرجہ ابوداؤد۔
(تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۰ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں ایک نابالغ جبتک کہ بالغ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جبتک کہ بیدار ہو تیسرا مجنون جبتک کہ اچھا ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف۔ اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس میں استدلال ہی کی حاجت نہیں پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز اُن لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرہ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں قرآن میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا الآیۃ وقال اللہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی الآیۃ

پس امر خامس کا وجوب بھی ثابت ہوگیا اور وجوب ان امور خمسہ کا مقدمہ
ثانیہ تھا پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہوگئے پس مدعا کہ وجوب
تقلید شخصی ہے ثابت ہوگیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ
تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے۔ اور یہ قاعدہ
کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل ملل و اہل عقل
کے مسلمات سے ہے محتاج اثبات نہیں مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کیلئے لائی جا

حدیث | عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس
منا او قد عصی رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۳۳۰)

ترجمہ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج
ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار ہوا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف۔ ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت
حاجت ایک واجب یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لئے اس کے ترک
پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت الحاجت کی اس سے ثابت ہوا
کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ اب دلیل مذکور پر دو شبہے وارد ہوسکتے ہیں
ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت ہے کہ بدون تقلید
شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو یہ وجوب بھی ان ہی اکثر کے اعتبار
سے ہونا چاہئے۔ عام فتویٰ وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے۔ جواب اس شبہ کا یہ

کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے بچانے کے لئے ہوں اعتبار اکثری کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پہ نظر کرکے حکم عام دیا جاتا ہے اور یہی معنی ہیں فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ابہام ہو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا فقال امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود و النصاریٰ الحدیث رواہ احمد و البیھقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۳۲)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو بھلی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ بعض باتیں لکھ لایا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ **ف**۔ چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عام ممانعت فرما دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور صلب فی الدین[✲] شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنۂ عامہ ہو اس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دی جاتی بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو پس وہ شبہ رفع ہو گیا اور اس کی وجہ معلوم ہو گئی

[✲] یعنی دین پہ مضبوطی سے قائم ۱۲ استحسن مصحح عفی عنہ

کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا ہے۔

حدیث دیگر عن شقیق قال کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یا ابا عبد الرحمن لوددت انك ذکرتنا فی کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذلك انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم یتخولنا بها مخافة السآمة علینا متفق علیه (مشکوۃ انصاری صفحہ ۲۵) ترجمہ شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو ہم کو وعظ سناتے، ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ اس لئے وقتاً فوقتاً وعظ سے خبرگیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کرکے) وعظ سے خبرگیری فرمایا کرتے تھے، روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔ **ف** ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اکتا جانے والے تھے ہی نہیں چنانچہ خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کرکے آپ نے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہوگیا اور روایت گذشتہ میں

احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکورہ رفع ہو گیا۔

دوسرا شبہ جو محض للتشفی ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور مہمہ مذکورہ کا واجب ہونا بلاشک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعوی کیسے حدیث سے ثابت ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعوے کی کیا خصوصیت ہے یہ قصہ تو تمام شرعی دعوؤں میں ہے مثلاً ایک شخص کی عمر پچیس برس کی ہے اس پر تمام علماء و عقلاء نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جاوے تو یہی کہا جاوےگا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہو یا نہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کیلئے ہے نہ بیان واقعات جزئیہ کیلئے۔

واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن والحدیث ہونے سے اس دعوے کو ثابت بالقرآن والحدیث کہا جاتا ہے یہی تقریر شبہ مذکور کے جواب میں جاری کر لو اور یہ امر پہلے ہو چکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر بالذات نہیں پس بحمد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہو گیا رہا یہ امر کہ مذاہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے

مجتہد تو بہت سے گذرے ہیں جن کے اسماء اقوال جابجا کتابوں میں پائے جا
ہیں پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کیا ہے اس کا جواب
یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینے
متضمن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جاوے جس کا مذہب
اصولاً و فروعاً ایسا مدون و منضبط ہو کہ قریب قریب سب سوالات کا جواب اس
جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے اور یہ امر بحم
اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہو
ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار
میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملیگا اس کے لئے
مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑیگا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت پڑے گی جس
فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بنا
مدت سے اکثر جمہور علماء امت کا یہی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتی کہ بعض
علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت وجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع
نقل کیا ہے رہا یہ امر کہ اور مذاہب اس طرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے ا
اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہو
ہوں مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ ہم سے پہلے بلا ہمارے کسی فعل اخ
کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون
ہمارے لئے انحصار ثابت ہو گیا رہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیو
اختیار کر رکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں سے بلاد حا

اکتساب سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے
علماء اور کتابیں موجود ہیں اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا
معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال درمذہب جس
درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق
نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے
رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں۔ وہاں جاکر ہم حنفی
کیوں بنے رہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ
اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی
کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہو چکا ہے۔ رہا یہ کہ ایسے مقام پر پہنچنے
کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کرلی جایا کرے
کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جاوے
اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہیے جس شخص
کو قوت اجتہادیہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ ترجیح کے وجوہ تو
سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل ترجیح بلا مرجح ہوگا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا
ہو تو اس کے ارتکاب میں دوسرے عوام الناس کے لیے جو تبع ہیں خواہش نفسانی
کی ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا ہے
کہ جو امر عوام کے لیے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جاتا ہے
اور یہی معنی ہے علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنوع ہے
رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے

تو اس کے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی ہے شائع ہے تب تو اس کیلئے یہی امر مرجح ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کے لئے دعویٰ ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند رہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہ ہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کرے اس پر عمل کرے ایسے شخص سے بعد مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاویگا لیکن ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوگی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے۔ اب بفضلہ تعالیٰ اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا۔

مقصد ششم بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

شبہ اوّل قرآن مجید کی اس آیت میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی ظن افادہ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں

جواب۔ ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولاً یہ آیت ان احادیث کے معارض ہوگی جن سے اس کا جواز ثابت۔ اور مقصد اول میں لکھی گئیں ثانیاً

اکثر احادیث اخبار احاد میں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو متواتر ہیں ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان سے ایک کی تعیین و ترجیح خود ظنی ہوگی تو لازم آویگا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور دونوں امر باطل ہیں پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہو چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے۔ وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون ترجمہ۔ اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف زمانہ ہلاکت کرتا ہے حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف ان کا ظن ہی ظن ہے اور یقینی بات ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض ان کا دعوی بلا دلیل تھا۔ اس کو ظن فرمایا اسی طرح اوپر کی آیت میں مراد ہے۔

شبہ دوم قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے۔ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباءنا اولو کان آباءھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون ترجمہ جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالی نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے حق تعالی بطور رد کے فرماتے ہیں کیا ہر حالت میں اپنے آباء و اجداد

[illegible]

ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو اُن کے آباء واجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں آہ پس معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا بُرا ہے اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام و مجتہد کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے وہ آیت یہ ہے۔ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول

جواب :۔ اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید مبحوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں ہیں اوّل یہ کہ وہ آیات واحکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اُن کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اُن کے وہ بزرگ عقل دین وہدایت سے خالی تھے سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات واحادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیت وحدیث ہی ہے مگر ہم بے علم یا کم علم یا ملکۂ اجتہاد وقوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات واحادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کئے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے لہٰذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر اُن کے بتلانے کے موافق اسی کو علماء نے تصریح کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن وحدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے نہ وہ علم ہدایت سے عاری ہو

جیسا تواتر سے اُن کا عاقل اور مجتہدی ہونا ثابت ہے ۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جائیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آویگا۔ ان احادیث کے ساتھ جو مقصد اوّل میں جواز تقلید کے باب میں گذر چکی ہیں اور تقریر بالا سے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبت احکام یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے ہے اور اسمیں انکی مخالفت نہیں

شبہ سوم | احادیث میں دین کے اندر رائے لگانے کی مذمت آئی ہے اور رائے عین قیاس ہے پس قیاس ناجائز ہوا۔

جواب۔ رائے سے مراد مطلق رائے نہیں ورنہ ان احادیث سے معارضہ لازم آئے گا جو مقصد اول میں اثبات جواز قیاس میں گذر چکی ہیں بلکہ وہ رائے مراد ہیں جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو محض تخمین عقلی جیسا کہ اس حدیث میں کہ ہے

حدیث۔ عن علی رضہ انہ قال لوکان الدین بالرائی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ ولکن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمسح اعلاہ اخرجہ ابوداؤد۔

(تیسیر کلکتہ صہ ۲۹۱ کتاب الطہارۃ باب سادس)

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا تو موزہ کے نیچے کی جانب بہ نسبت اوپر کی جانب کے مسح کی زیادہ مستحق تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے آہ بخلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی

کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس رائے کا استعمال قولاً وفعلاً ثابت ہے چنانچہ مقصد سوم کی حدیث پنجم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اِنِّی اَرٰی اَنْ تَامُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول رَاَیْتُ فِیْ ذٰلِکَ الَّذِیْ رَاٰی مع ترجمہ گذر چکا ہے جس سے استعمال قولی وفعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضیٰ پر کچھ تردد سے عمل بھی فرمایا۔

شبہ چہارم قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے۔ اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے۔

جواب۔ قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزہ قیاس کے ساتھ جو مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آویگا بلکہ ویسا ہی قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کو قیاس سے رد کر دیا سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بلکہ کفر ہے۔ بخلاف قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لئے ہوتا ہے۔

شبہ پنجم ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب۔ مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوۃ اجتہادیہ حاصل نہ ہو ورنہ ان کا یہ قول اولاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں

جواب شبہ ذم سلف قیاس ۱۹۴

جواب شبہ منع مجتہدین از تقلید ۱۹۴

گذرچکی ہیں۔ ثانیاً خود اُن کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا فعل سے تو اس لئے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح ان کے فتاوے جو خود اُن کے مدون کئے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتابیں بدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو اُن کا یہ فعل مجوز تقلید ہے اور قول سے اس لئے کہ ہدایہ اولین وغیرہا میں امام ابو یوسف رح سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوا دے اور وہ اس حدیث کو سن کر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانیوالا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گیا یہ سمجھ جاوے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھا پی لے تو اس پر کفارہ لازم آویگا اور دلیل ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے۔ لان علی العامی الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة الاحادیث۔ ہدایہ ۲۷۴ یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء کرے کیونکہ اُس کو احادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوۃ اجتہادیہ حاصل نہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوۃ اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ جبتک دلیل معلوم نہو خود دال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے اور غیر صاحب قوۃ اجتہادیہ کو گوسماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں پس جس کو قدرت معرفت ہی نہو اس کو معرفت دلیل کا امر کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو عقلاً و

شرعاً باطل ہے پس وضح ہو گیا کہ یہ خطاب حضرت صاحب اجتہاد ہی کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

شبہ بست و ششم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کے زمانہ میں تقلید شخصی نہ تھی اس لئے بدعت ہوئی۔

جواب۔ مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آویگا کہ تدوین حدیث و کتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور ظاہر نظر میں اول یہی شبہ ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے وضح ہو گیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گذر چکا یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

شبہ بست و ہفتم تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا۔ اسلئے یہ بدعت ہوئی۔

جواب۔ مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گذر چکے ہیں۔

شبہ بست و ہشتم اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے۔

جواب۔ چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے بعض واجبات مقصودہ کا اس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہو گا چونکہ سلف میں سلامت صدر و طہارت قلب و تورع و تدین و تقویٰ کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف

خفے لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی۔

اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا دربارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہوگئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کے حالت کے تغیر و تبدل سے متغیر ہو سکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں تبدل کا اعتقاد الحاد ہے جیسا بہت لوگ آجکل اس میں مبتلا ہیں اس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک میں صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آوے گا جس میں عزلت ضروری ہو جائیگی چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو بلکہ جائز بھی نہ ہو اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے۔ پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخر میں واجب ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے۔

شبہ نہم اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے۔

جواب۔ قوت اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں کیفما اتفق مختلف ابواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث

کی عبارت یا اشارت یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں
پھر فقہاء کے جوابات اور اُن کے ادلہ سے موازنہ کرکے انصاف کریں اس وقت
اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جاویگی
کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا چنانچہ بصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی
کے یہ قوۃ مفقود ہو گئی اس کی تفسیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ
اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا پھر جیسا قوۃ حافظہ نبوۃ نہیں
مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہاد یہ نبوۃ نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبہ
خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامہ حوادث میں استنباط
احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول مہد کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل
کا موازنہ کرکے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ
مدونہ مندرج کرکے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق
مجتہد یا قابل تقلید ہو سکتا ہے اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب
میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے اگر کسی میں یہ قوۃ مذکورہ مان بھی لیجاوے جب بھی
اجتہاد کی اجازت دینے میں بیباک لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ دین میں ہوجا ہیں گے
کیا کریں گے اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں
خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

جواب شبہ خلاف بودن تقلید شخصی با یسر دین

شبہ دہم قرآن و حدیث بہت آسان ہے چنانچہ ارشاد ہے ولقد
یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے
اور اب تو اردو ترجمے ہو گئے ہیں کسی کو بھی دشوار نہیں رہا پھر کیوں تقلید کی جاوے خود

دیکھ کر عمل کر لینا کافی ہے۔

جواب۔ مقصد سوم میں بحث قوۃ اجتہادیہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں ان کی اول حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں پس آیت بالا میں قرآن کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کیلئے معانی دقیقہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے مقصد سوم کو تمام دیکھ لینے سے معلوم ہو جاویگا کہ ان معانی کے سمجھنے کیلئے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے۔

شبہ یازدہم | حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے۔ پس تقلید شخصی خلاف دین ہے۔

جواب۔ دین کے آسان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی ناگواری و گرانی نہیں ہوتی ورنہ آیت انها لكبيرة الا على الخاشعين اور حدیث حفت الجنة بالمكاره کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی کیا سردیوں کی وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرت عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لیے خلاف دین نہیں اور جب وجوب اس کا مقصد سوم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونیکا کب احتمال ہے۔

شبہ دوازدہم | اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پہنچے۔

جواب مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کیلئے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضروری ہے اور حضرات صحابہ میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے البتہ ان ائمہ کے واسطے سے ان کا اتباع بھی ہو رہا ہے۔

جواب شبہ تقلید در منصوص

شبہ نہم جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں ان میں تقلید کرنا کیا ضرور ہے۔

جواب۔ ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ و معانی متعددہ کو محتمل ہوں۔ گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں پس قسم اول میں رفع تعارض کیلئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی۔ قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعیین احد الاحتمالین کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی۔ قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو۔

جواب شبہ مخالفت بعض مسائل با حدیث

شبہ چہارم بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں ان میں کیوں تقلید کرتے ہو۔

جواب۔ کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر۔

امر اول۔ اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو۔

دوسری۔ اس کی دلیل پر اطلاع ہو۔

تیسری وجہ استدلال کا علم ہے کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی خفی رہیگا مخالفت کا حکم غلط ہوگا مثلاً امام صاحبؒ کا قول مشہور ہے کہ نماز استسقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں نماز استسقاء پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استسقاء سنت مؤکدہ نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے نماز پڑھکر دعاء باران کی کبھی بلا نماز دعاء فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے۔ عن انس قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ ھلک الکراع وھلک الشاء فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیہ ودعا۔ (جلد اول صفحہ ۱۲۷)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں سب ہلاک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ بارش فرمادے آپ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی فقط چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ قلنا فعلہ مرۃ وترکہ اخری فلم یکن سنۃ (جلد اولین صفحہ ۷۵) پس بعد وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالفت کا نہ ہوگا اسی طرح اگر دلیل خفی رہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کی دیکھکر مخالفت کا حکم کردیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو ہو مجتہد نے بعض

وجوہ کو قوۃ اجتہادیہ سے راجح سمجھکر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گذرے اس سے قتل و قتال کرو اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر و سیاست پر محمول ہے اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کرلیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی کیونکہ اس کا عمل حدیث ہی کی ایک وجہ پر ہوا اسی درج اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہوگا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت اڑہائی سال ہے اور دلیل میں آیت وحملہ و فصاله مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی مخدوش ہے مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کے ساتھ نقل کی ہے جس سے وہ سب خدشات رفع ہوجاتے ہیں پس معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حمل کے اس بچہ کو ہاتھوں میں یعنی گود میں لئے لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھوڑانا تیس ماہ ہوتا ہے اب بلاتکلف دعویٰ ثابت ہوگیا۔ حاصل یہ کہ یہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو درایت میں حاذق و مبصر ہو اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہوں اس کا حکم مخالفت کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوم میں ثابت ہوچکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آجکل جہلاء بیچارے اس کا احاطہ کب کرسکتے ہیں تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہدینا کتنی بڑی بے باکی ہے اللہ تعالیٰ اصلاح فرماویں۔ چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فوراً ترک کردیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں صاحب

کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچ
چنانچہ یک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ
بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا۔ اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں
ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں
گستاخی کرنا حرام ہے کیونکہ انہوں نے قصداً خلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گی
جس میں بروئے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔

حدیث۔ عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران
واذا حکم ثم اخطاء فلہ اجر۔

بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲ ۔۔۔۔۔۔ ترجمہ عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے
اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جاوے تو اس کو ایک
اجر ملتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے اور اگر کوئی کہے کہ دعوی و دلائل و وجوہ
استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں ان کو دیکھ کر توافق و تخالف کا سمجھنا
آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعوی تو صاحب مذہب سے منقول ہیں مگر تدوین
احکام کے وقت ان حضرات کی عادت نقل دلائل کی نہ تھی اس لیے دلائل ان سے
منقول نہیں متاخرین نے اقناع کیلئے اپنی نظر و فہم کے موافق کچھ لکھ دیئے ہیں۔

۱؎ اور یہ بھی ہمارے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب کے پاس
کوئی اور حدیث وغیرہ ہو جو ہمیں نہیں پہنچی ۱۲ منہ

پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال مخدوش یا ضعیف ہو اس سے بطلان
مدلول کا لازم نہیں آتا چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے
بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جبکہ دلیل
منقوض خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا ادپر آیت وحمالہ وفصالہ سے
استدلال کرنے میں گذرا پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث
بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے محتمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں

شبہ پانزدہم مجتہدین اور بھی بہت سے گذرے ہیں ان ہی چار
کی کیا تخصیص ہے۔

جواب مقصد پنجم میں گذر چکا ہے کہ اور وں کا مذہب مدون نہیں اسلئے معذوری

شبہ شانزدہم بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا
دعوی کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے

جواب یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہو گا
دعوے ظنی کے اثبات کے لئے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو
نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گذر چکا ہے کہ ہر اختلاف قادح اجماع
نہیں ہے علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے
اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے۔

شبہ ہفدہم اگر تقلید شخصی ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہ
جانتے بھی نہیں وہ سب تارک اس واجب کے
ہوں گے کیونکہ اتباع بدون معرفت متحقق نہیں ہو سکتا۔

جواب - معرفت عالم سے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بنا پر بعض علماء کا قول ہے۔ الفعامی لامذھب لہ لیکن اجمالی معرفت ان کو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھکر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہے جو یہاں شائع ہے چنانچہ اگر وہ مقتدا اس مذہب کی تقلید چھوڑ دے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہو جاتا ہے پس مذہب خاص کا جاننا مع صاحب مذہب کی معرفت سے اتباع کے لئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانہ میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزارہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ جو مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہذا اس پر اکتفا کیا گیا اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے مقصود اصلی یہ ہے کہ اثارۂ فتنہ و اتباع ہوا نہ ہو اور وہ بدون معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے لہذا معرفت اجمالی کافی ہے۔

شبہ سیزدہم حنفیہ کی دلائل اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعضی احادیث غیر ثابتہ اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پس راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہو۔

جواب - اول تو یہ کہنا کہ ان کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ میں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عند المحدثین

ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوۃ اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جنمیں
بڑا امر راوی کا ثقہ و ضابطہ ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں چنانچہ بعض قواعد میں خود
محدثین مختلف ہیں۔ اسیطرح کسی راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے۔ چنانچہ بہت
سی روایت میں بھی محدثین مختلف ہیں جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب کو
حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح بین الاحادیث کیلئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں
جیسا کتب اصول میں مذکور ہیں تو اُن پر انکار کی کوئی وجہ نہیں پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قوا
محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہو۔ اور قواعد فقہاء کے موافق قابل استدلال ہو
علاوہ اس کے کبھی قرائن کے انضمام سے اُس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا فتح القدیر
مطبوعہ کشوری کے صفحہ ۲۹۳و۲۹۲ بحث اور تکبیر جنازہ میں لکہا ہے دوسرے یہ کہ حدیث کا
ضعف اس کی صفت اصلیہ تو ہے نہیں راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے پس
ممکن ہے کہ مجتہد کو سند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اس میں آگیا پس ضعف
متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ
ہو تو اول تو یہ ہے کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اس کا استدلال قول مجتہد
سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث
کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے
المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحا له منه پس گو سند اس کی
معلوم نہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کی یہ حدیث صحیح ہو گئی پس اس سے

ملہ چنانچہ بہت سے روایۃ انحاد وجرح کی تقدیم تعدیل پر مشہور لقبہ دگشر دے ہیں جن کا اجتماع
ہر جگہ غیر مسلم ہے چنانچہ کتب فن سے واضح ہے ۱۲ منہ

استدلال میں مضر نہیں رہا یہ شبہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اُس کا قول و عمل ہونا دلیل ظنی ہے اس کے تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ نسائی صفحہ ۱۷۳ میں ابن ہمام رحمہ کا قول ایک حدیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ ترمذی کا العمل علیہ عند اہل العلم کہنا قوۃ اصل حدیث کو مقتضی ہے گو خاص طریق ضعیف ہو الخ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضاء جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا متمسک ٹھیرایا جاوے پس ظن تمسک ثابت ہو گیا اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں رہا غیر ثابت ہونا سو اول تو یہی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ ان کے شواہد دوسری حدیثیں موجود ہیں چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہاردہم کے جواب میں گذر چکا کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اُس کے دعوی میں مضر و قادح نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالاً تو جواب شبہ چہاردہم میں گذر چکا ہے اور تفصیلاً انشاء اللہ تعالیٰ مقصد ششم میں آئیگا۔

شبہ نوزدہم | اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی کیجاوے امام ابوحنیفہ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کیلئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مورخین ان کو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسیطرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے پس نہ ان کے مسائل پر وثوق ہے نہ ان کی روایت پر اعتماد ہے۔

جواب۔ جس مورخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مورخ نے امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے۔ ویدل علی انہ من کبار المجتھدین فی الحدیث اعتماد مذھبہ فیما بینھم والتعویل علیہ اعتبارہ ردّا وقبولاً **ترجمہ** یعنی امام ابوحنیفہؒ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونیکی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان اُن کا مذہب معتمد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند ومعتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث ومباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر اور جب بقول صاحب کشف مجتہد ہونے کے لئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مورخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے پس لامحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم یلزم وجود اللازم۔ پھر جو اس مورخ نے ایسا قول لکھدیا ہے جو خود اس کی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سو یا تو خود اس کی یا کسی کاتب وناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور بقال ہو اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہو علاوہ اس کے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے اس لئے اس کی اگر تاویل نہ کی جاوے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مورخ حسب تصریح شمس الدین سخاویؒ علوم شرعیہ میں باہر نہیں ہے اس لئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں۔ نقل کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمدؒ کے موطا و کتاب الحج وکتاب الآثار وسیر کبیر اور امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاقؒ اور دار قطنیؒ وبیہقیؒ وطحاویؒ کی تصانیف کو

مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحب کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گئے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائیگا اور عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی۔ ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دارقطنی و ابن الجوزی و نووی و ذہبی اور ولی الدین عراقی و ابن حجر مکی و سیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہوں اور خود مورخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر تاریخی صریح عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں پس امام صاحب سے مجتہد نہ ہونیکا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لاباس بہ لویکن متهما ترجمہ امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور اُن پر شبہ غلطی کا نہیں اور ابن معین جیسے رئیس النقاد کا کہہ دینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے کے ہے اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے عن علی ابن المدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری احمد ابن المبارک وحماد بن زید وهشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ لاباس بہ وکان شعبۃ حسن الرائی فیہ وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ و اصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا۔

ترجمہ علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارہ میں اچھی تھی اور یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں بہت افراط و تفریط کرتے ہیں کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں۔ ایسے اکابر کی تصریح سے شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ ھذا کلہ ملتقط من مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ للشیخ مولانا عبدالحی اللکھنوی

شبہ نمبر ۲۰ — غنیہ میں اصحاب ابو حنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا۔

جواب — غنیہ اس وقت مجھ کو ملی نہیں اس کی عبارت کو دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا لیکن سردست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعداد فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کیلئے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ غسانی منسوب بہ غسان کوفی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں وغسان کان یحکیہ عن ابی حنیفۃ ویعدہ من المرجیۃ وھو افتراء علیہ قصد بہ ترویج مذھبہ الموافقۃ رجل کبیر قال الآمدی ومع ھذا اصحاب المقالات قد عدوا ابا حنیفۃ واصحابہ من مرجیۃ اھل السنۃ ولعل ذلک لان المعتزلۃ فی الصدر کانوا یلقبون من خالفھم فی القدر مرجیا ولانہ قال الایمان ھو التصدیق ولا ینقص ظن ارجاءہ بتاخیر العمل عن الایمان ولیس کذلک اذ عرف

المبالغة فی العمل والاجتهاد فیہ ترجمہ ۔ اور غسان اپنے قول مذکور
کو امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر
افترا محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے
مذہب کو رواج دے ۔ علامہ آمدی کہتے ہیں ۔ اور باوجود اس کے ناقلین اقوال نے
امام ابو حنیفہ کو اور اُن کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت سے شمار کیا ہے اور غالباً
اس کی وجہ یہ ہو کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ مسئلہ قدر میں
مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا لقب دیتے تھے اور یا وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کا
قول ہو کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اس لئے
ان پر ارجاء کا شبہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے موخر کرتے ہیں اور حالانکہ
اس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و
مشہور ہے آہ اس عبارت سے کئی جواب مفہوم ہوئے ۔

نمبر ۱ ۔ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ افترا کیا ۔
نمبر ۲ ۔ معتزلہ نے عناداً اہل سنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آ گئے ۔
نمبر ۳ ۔ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا ۔ پس غنیہ کی عبارت
یا ماول ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور ان
کی کتابوں میں ان کا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے ۔

شبہ نمبر ۴۷ اپنے کو بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرکے محمدی کہا جاوے
امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے ۔

جواب: اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو سو جاننا چاہیے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر چلنے والا اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کیگئی ہے آیا یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الحدیث رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۲۔ یعنی اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو اھ دیکھیے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کردینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتانیوالے ہیں منسوب کردیا تو اس میں کونسا گناہ یا شرک لازم آگیا۔ البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا قال اللہ تعالیٰ ویکون الدین کلہ للہ۔ یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے رہا۔ یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت

محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے۔ بس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا بجائے محمدی
کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

شبہ نمبر ۲۲ دوم تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو
یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتویٰ دیتے ہو
پھر تقلید شخصی کہاں رہی۔

جواب ۔ صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات
کی تفریع میں جو کہ ان ہی اصول سے مستخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہٰذا بعض مسائل میں
حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس لئے ترک تقلید لازم
نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہی رہا دوسرے ائمہ کے
بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب
تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں
مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد
کا بند کرنا ہے پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے۔

شبہ نمبر ۲۳ سوم مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کی سند
متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر ان کی
تقلید کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب ۔ سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں
اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا پس ان
اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے اُن سے یہ

اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی اُن کو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعین ان کی اسماء و صفات کی نہ کیجاوے پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں مظنون اور عمل کیلئے دونوں کافی ہیں۔

جواب شبہ مختلف یا مسکوت عنہ بودن بعض مسائل فقہیہ

شبہ بست و چہارم[۲۴] بعض مسائل میں روایات فقہیہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقہیہ ساکت ہیں پس صورت اولیٰ میں وہ مفاسد لازم آویں گے جو عدم تعین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑیگا جس کا منقطع ہونا و نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہو چکا ہے پس محذور مشترک رہا۔

جواب۔ اول تو وہ مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہاء نے راجح و مرجوح کی تعین کر دی ہے پس وہاں تو شبہ بھی نہیں اور جہاں جانبین میں تساوی ہو تو چونکہ بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اس کی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے متقید و وابستہ ہیں۔ اس لئے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آویگا اسی طرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہوگا اور جواب شبہ نہم میں گذر چکا ہے کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی منقود نہیں اس لئے اس میں بھی ایسا اطلاق نہ ہوگا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شبہ بست و دوم میں بیان ہوا ہے۔

جواب شبہ غلوِ بعضے در تقلید

شبہ بست و پنجم[۲۵] بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض و واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی بڑھکر سمجھتے ہیں

اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدۂ
فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدۂ خلق ہو
وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔

جواب۔ یہ قاعدہ ان امور میں ہے جو شرعاً ضروری نہوں جیسا مقصد پنجم کے
آخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کی طرف اشارہ گذر چکا ہے جس میں حضرت
عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنیکا ذکر ہے اور جو امر شرعاً واجب ہو
اگر اسمیں مفاسد لازم آویں تو ان مفاسد کو روکا جاویگا اور اہل مفاسد کی اصلاح کیجاویگی
خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کیلئے موجب زیادۃ
ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا پس جب تقلید شخصی کا
وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفسدہ دیکھا جاویگا
اس کی اصلاح کیجاویگی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ
طبعاً وضمناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استقلالاً وقصداً مقصد ہفتم میں آگے ہے چنانچہ
کہ اس مقام میں کل تیئیس شبہوں کا جواب مذکور ہے لیکن امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ
یہی تحریریں قدرے تغیر وتبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کی شفا کیلئے بھی کافی
ہوں گی ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء بتلانے کیلئے جابجا موجود ہیں ان سے رجوع کرلیں

مقصد ہفتم

جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے۔ اسی طرح اس میں
غلو وجمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کے اوپر
ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کی شارع وبانی احکام سمجھکر نہیں کیجاتی بلکہ
اس کو مبین احکام اور موضح شرائع ومظہر مراد اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

اعتقاد کرکے کی جاتی ہے پس جب تک کوئی امر منافی اور رافع اس اعتقاد کا نہ پایا جاویگا اس وقت تک تقلید کی جاوے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہو یا نہیں۔ اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو۔ مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کیلئے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں۔

حدیث اوّل عن عائشۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الم تران قومک حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد ابراھیم فقلت یا رسول اللّٰہ الا تردھا علی قواعد ابراھیم فقال لولا حدثان قومک بالکفر لفعلت۔ اخرجہ الستۃ الا ابا داؤد (تیسیر کلکتہ ص ۲۶۰ کتاب الفضائل باب سادس فصل ثانی۔ ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا ہے تو بنیاد ابراہیمی سے کمی کر دی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر کرا دیجیے فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ترمذی اور نسائی اور مالک نے۔

ف: یعنی لوگوں میں خواہ تشویش پھیل جاویگی کہ کعبہ کو گرا دیا اس لئے اس میں

دست اندازی نہیں کرتا۔ دیکھئے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھے کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کرادیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی آپ نے بخوف فتنہ و تشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہوگیا تو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اس کو درست کردیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا غرض حدیث کی دلالت مطلوب کو پر صریح ہے

حدیث دوم | عن ابن مسعود انہ صلی اربعاً فقیل لہ عبت علی عثمان ثم صلیت اربعاً فقال الخلاف شر اخرجہ ابوداؤد

(تیسیر کلکتہ ص۳۰۶ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن) **ترجمہ** حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قصر کرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ **ف**۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے مگر صرف شر و خلاف سے بچنے کیلئے اتمام فرمایا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بھی جائز سمجھتے تھے بہرحال ان حدیثوں سے اس کی تائید ہوگئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن و حدیث

پر سہولت وسلامتی سے عمل ہو جب دونوں میں موافقت نہ ہو تو قرآن وحدیث پر عمل ہوگا ایسی حالت میں بھی اسی پر جمار ہنا بھی تقلید ہے جس کی مذمت قرآن وحدیث و اقوال علماء میں آئی ہے چنانچہ حدیث ہے۔

عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وسمعتہ یقرأ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ اخرجہ الترمذی وتیسیر کلکتہ ص۹۵ کتاب التفسیر سورہ براۃ۔

ترجمہ حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہ کرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہہ دیتے وہ اس کو حلال سمجھنے لگتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام سمجھنے لگتے تھے کیا اس کو ترمذی نے۔

مطلب یہی ہے کہ ان کے اقوال یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اس کو آیت وحدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہے فوراً ترک کر دیا چنانچہ حدیث میں ہے۔ عن نمیلۃ الانصاری قال سئل ابن عمرؓ عن اکل القنفذ فتلا قال لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الایۃ فقال شیخ عندہ سمعت ابا ھریرۃ یقول ذکر القنفذ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

فقال خبیث من الخبائث فقال ابن عمران کان قال ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فھو کما قال اخرجہ ابوداؤد (میر کلکتہ ص۳۲ کتاب العلم باب ثانی فصل اول المقتفد) ترجمہ۔ نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے سیہہ کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قل لا اجد الخ پڑھ دی جس استدلال کرنا حکم حلت کا تھا، ایک معمر آدمی ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سیہہ کا ذکر آیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ منجملہ خبائث کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یونہی ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اھ۔ اور علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شبہ چہارم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جس سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب وتقلید جامد کی اس تہمت کا غلط ہونا متیقن ہو جاوے گا جس کا منشاء اکثر روایت پر بلا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا غیر معتد بہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کیساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی وبدزبانی کرنا یا دل سے بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی سو جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا بسند ضعیف پہنچی ہو یا اس کو کسی قرینہ شرعیہ سے ماؤل سمجھا ہو اس لئے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے ان کے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بدزبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض بعض اکابر صحابہؓ کہ جن کا کمال علمی مسلم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر ان کے کمال علمی میں

اس کو موجب نقص نہیں کہا گیا چنانچہ حدیث میں ہے۔ عن عبید بن عمیرؓ فی قصۃ استیذان ابی موسیٰ علی عمرؓ قال عمرؓ خفی علیّ ھذا من امر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الھانی الصفق بالاسواق الحدیث باختصار بخاری جلد ثانی صہ ۱۰۹۲۔ ترجمہ۔ عبید بن عمیر سے حضرت ابوموسیٰ کے حضرت عمرؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجھکو بازاروں میں جاکر سودا سلف کرنے نے مشغول کردیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ ف۔ دیکھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے انپر کم علمی کا طعن نہیں کیا یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اس پر طعن کرنا مذموم ہے اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اس شخص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد رکھتا ہے برا کہنا جائز نہیں اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعذر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کردی ہے کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ اپنا مذہب ظناً صواب محتمل خطا اور دوسرا مذہب ظناً خطا محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی رفع ہو جاتا ہے کہ جب سب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جاوے پس جب

دوسرے جس میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور حسد و بغض و عناد و نزاع و غیبت و سب و شتم و طعن و لعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہوگا **البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت** کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور ان کے عقائد کے خلاف ہیں لہٰذا ایسا شخص اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت و ہوی میں داخل ہے اسیطرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن و حدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب واجب ہے ان سے ملنا جلنا نہیں اور مجادلہ متعارفہ سے بھی اعراض کریں وھذا ھو الحق الوسط و اما ما عدا ذلک فغلط و سقط اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابہ۔

خاتمہ

اس میں چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ مقلدین حنفیہ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ ان میں شور و شغب زیادہ ہے دوسرے یہ وسوسہ آسکتا ہے یا ڈالا جا سکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل العبادات اور روزانہ مکرر بالوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو اس مذہب میں حق ہونے کا کب احتمال ہو سکتا ہے سو اس سے یہ وسوسہ دفع ہو جاویگا اور ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث

نہیں بلکہ اس مقام پر یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ
دعویٰ ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کیلئے دلا
ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات مضر ظنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا
کہ ہم بھی بے راہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد سے اور معترضین بدزبانی وبدگمانی
سے نجات پاویں اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس
حدیث کے کیوں مخالف ہوئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عا
بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث
مناسب تاویل کرلی جاتی ہے تو اس کی مخالفت بھی لازم نہیں رہتی۔ مسائل یہ دلائل

مسئلہ اولیٰ

ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے

حدیث: عن ابی ذرؓ قال کنا مع النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ
ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابر
حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ان شدۃ الحر من فیح جہنم (بخاری مصطفائی جلد اول ص) **ترجمہ**: ابوذر رض
عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر
تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے
پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے پھر مؤذن نے ارادہ
آپ نے پھر فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی

روایت کیا اس کو بخاری نے۔ **ف** ۔ وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدے
معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جبوقت اُس کی برابر ہو گا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل ہو
ت زیادہ معلوم دیگا جب اس وقت اذان ہوگی تو ظاہر ہے کہ عادۃ فراغ صلوٰۃ
ے قبل ایک مثل صلیع سے سایہ تجاوز کر جاوے گا اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل
بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے

مسئلہ دوم | وضو کرکے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدیث ۔ عن طلق بن علیؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضاء قال وھل ھو الا بضعۃ منہ رواہ
ابوداؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجۃ نحوہ مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۴۲
ترجمہ طلق بن علی سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگا دے تو آپ نے
فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہو گیا روایت
کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب۔

ف ۔ دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے۔

مسئلہ سوم | عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدیث عن عائشۃؓ قالت کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضاء رواہ
ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۴۳۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعض بیبیوں کا بوسہ لے لیتے تھے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

حدیث دیگر عن عائشۃ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام بسطتھما فقالت والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح متفق علیہ (مشکوۃ انصاری جلد ۷۲) **ترجمہ** حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپ کی نماز کے بیچ ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر پھیلا لیتی اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ **ف**۔ پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے لمس کا غیر ناقض وضو ہونا ظاہر ہے۔

مسئلہ چہارم وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے۔

حدیث۔ عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توضاء فمسح بناصیتہ الحدیث رواہ مسلم (مشکوۃ انصاری جلد ۲ صفحہ ۵۱) **ترجمہ** مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

[illegible]

ف۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف کچھ حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کیلئے رکھا جاوے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ پنجم اگر وضو میں بسم اللہ نہ کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

حدیث۔ عن ابی هریرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوءه طهر جسده کله۔ واذا لم یذکر اسم اللہ لم یطهر منه الا موضع الوضوء اخرجه رزین۔ (تیسیر مکہ ص ۲۸۲ کتاب الطہارۃ باب رابع فصل ثالث سنۃ تاسعہ) **ترجمہ**۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اس کے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

ف۔ سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدون بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

مسئلہ ششم نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔

حدیث۔ عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فکانوا یستفتحون

بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قرآئۃ ولا فی آخرھا صحیح مسلم ج اصلے ترجمہ - حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرآئۃ کے اول میں نہ آخر میں روایت کیا اس کو مسلم نے **ف**- اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ سورۃ میں۔

مسئلہ ہفتم امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے۔

حدیث عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واذا قرأ فانصتوا الحدیث مسلم ج اصلے ومشکوٰۃ ج ا ص ۸ من ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ۔ ترجمہ - ابو موسیٰ اشعری رض و ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے **ف** - اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قرآۃ بھی مطلق ہے اس لئے سب کو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے - لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب - یعنی اس شخص کے لئے کہ اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کے لئے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے

حدیث عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ھذا

(حاشیہ: امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنا)

حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ۴۲۔ ترجمہ۔ ابونعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے انہوں نے جابر بن عبداللہ صحابی سے سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی اور کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس نے امام کے پیچھے نہ پڑھی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔ **ف**۔ وجہ تائید ظاہر ہے۔ دوسرا جواب حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ کا یہ ہے کہ اس میں قرأۃ عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حدیث۔ عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ ابن ماجہ۔ اصح المطابع ص ۶۱۔ **ترجمہ** حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرارت گویا اسی شخص کی قرارت ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ **ف**۔ وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کیلئے قرارت کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے۔ کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کیلئے صلوٰۃ کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابوہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ فی اتیانہ الطور ولقائہ کعبا قال کعب ھی اخر ساعۃ من یوم الجمعۃ قبل ان تغیب الشمس فقلت الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یصادفہا مؤمن وھو فی الصلوٰۃ ولیست تلک الساعۃ صلوٰۃ قال

الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول من صلی وجلس ینتظر الصلوٰۃ فھو فی صلوٰتہ حتی تاتیہ الصلوٰۃ التی تلیھا قلت بلی قال فھو کذلک رواہ النسائی مجتبائی ج ۱ صلاٰ ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے اُن کے کوہ طور پر تشریف لیجانے اور حضرت کعبؓ سے ملنے کے قصہ میں روایت ہے کہ کعبؓ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے غروب آفتاب ہونے سے پہلے ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کی نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے حضرت کعب نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو پھر انہوں نے فرمایا بس یونہی سمجھلو روایت کیا اس کو نسائی نے۔ ف نظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرارت پر موقوف ہے گو وہ قرارت حکمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گذرا اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی ہے کہ ہم اس کی قرارت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو ما زاد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجوبًا کمال الصلوٰۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین

موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے پس غایت ما فی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثنا ہونا اس کے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراءۃ کو ہے پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجیح المحرم جواز کو منسوخ کہا جاویگا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

مسئلہ ہشتم رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے۔

حدیث ۔ عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وفی الباب عن البراء بن عازب حدیث ابن مسعود حدیث حسن (ترمذی ج ۱ ص ۳۶) **ترجمہ** علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء سے بھی آئی ہے۔

حدیث ۔ عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود (ابوداؤد مجتبائی جلد ۱ ص ۱۰۹) **ترجمہ** حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ **ف** ۔ دلالت دونوں حدیثوں کی مقصود پر واضح ہے۔

مسئلہ نہم آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔

حدیث: عن علقمہ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قراء غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال اٰمین وخفض بھا صوتہ (ترمذی ج ا صفحہ ۳۵) ترجمہ علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھکر پست آواز سے آمین فرمائی روایت کیا اس کو ترمذی نے اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی اور ابو یعلی موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دار قطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں۔ واخفی بھا صوتہ۔ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب القراءت میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اس کی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اس کو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا ہے چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی ج ا صفحہ ۱۴۸ میں مذکور ہے۔

مسئلہ دہم

قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے۔

حدیث: عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔

حدیث دیگر عن ابی وائل قال قال ابو ھریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ابو داؤد نسخہ ابن الاعرابی ج ا صفحہ ۷۶ ترجمہ ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے روایت ہے کہ

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے۔
روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نے۔

حدیث دیگر عن ابی جحیفۃ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف فی الصلوٰۃ ویضعھما تحت السرۃ اخرجہ رزین۔ (تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۱۶ کتاب الصلوٰۃ باب خامس)، **ف**۔ یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابوداؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ یازدہم قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولیٰ میں بیٹھتے ہیں۔

حدیث عن عائشۃ رضؓ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفترش رجلہ الیسریٰ وینصب رجلہ الیمنیٰ مسلم مجتبائی (ج ۱ صفحہ ۱۹۴) **ترجمہ**
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمن فی کل رکعتین کا موید عموم ہونا مزید برآں ہے۔

حدیث دیگر عن وائل بن حجرؓ قال قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جلس یعنی للتشہد افترش رجلہ الیسریٰ ووضع یدہ الیسریٰ یعنی علی فخذہ الیسریٰ و

ونصب رجله اليمنی قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اهل العلم ترمذی ص۲ ترجمہ۔ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا پس جب آپ تشہد کیلئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔ **ف**۔ ہر چند کہ فعل کیلئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کیلئے اہتمام کرنا جس کیلئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت تھی اسکو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی ایک تھی۔

حدیث دیگر۔ عن عبد اللہ ابن عمر عن ابیه قال من سنة الصلٰوۃ ان تنصب القدم واستقباله باصابعها القبلة والجلوس علی الیسری۔ نسائی ج ۱ ص۱۷۳ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور بائیں پر بیٹھو روایت کیا اس کو نسائی نے۔ **ف**۔ یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اس کی دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں۔

مسئلہ دوازدہم	پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جاوے بیٹھے نہیں۔

مسئلہ جلسہ استراحت

حدیث - عن ابی هریرة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینهض فی الصلوٰة علی صدور قدمیه قال ابو عیسیٰ حدیث ابی هریرة علیه العمل عند اهل العلم ترمذی ص ترجمہ - ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابوہریرہؓ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک **ف** ۔ دلالت واضح ہے۔

مسئلہ سیزدہم | جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رہ جائے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔

حدیث - عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس ترمذی ج ا ص ۹۵ - **ترجمہ** ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو وہ ان دونوں کو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے روایت کیا اس کو ترمذی نے **ف** ۔ دلالت ظاہر ہے۔

مسئلہ چہاردہم | وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کیلئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔

حدیث - عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الرکعة الثانیة بقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة بقل هو اللہ احد ولا یسلم الا فی اخرهن الحدیث

حدیث دیگر - عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر

بثلٰث رکعات وفیہ ویقنت قبل الرکوع۔

حدیث دیگر۔عن سعید بن ہشام ان عائشۃ حدثتہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر نسائی ج ۱ ص ۲۴۸ **ترجمہ** خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے۔ روایت کیا تینوں حدیثوں کو نسائی نے۔

حدیث۔عن عائشۃ فی حدیث طویل کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ مسلم مجتبائی ج ۱ ص ۱۹۴ **ترجمہ** حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے **ف**۔ یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آ چکی ہے۔

حدیث۔اخرج البیہقی وغیرہ عن ابن عمر وابن مسعودؓ رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت عمدۃ الرعایۃ مولانا عبد الحی ص ۹۹ لطبع المطابع **ترجمہ** بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ وابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کہنا ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے **ف** مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتین لسبب عموم کے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

مسئلہ پانزدہم

صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

حدیث۔عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ ھھنا بالکوفۃ نحوا من خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی

محدث رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه مشکوٰة شریف بہ اعلا **ترجمہ** ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اُسی میں وارد ہے انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے **ف**۔ دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل چند مسئلے بطور نمونہ کے لکھ دیے ہیں اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ وھذا آخر ما اردت ایراده الآن وکان تسویده فی العشرة الوسطی وتبییضه فی العشرة الاخیرة فی رمضان ۱۳۳۲ من الهجرة النبویة علی صاحبها الاف التحیة من الصلوٰة والتحیة فی کورة تھانہ بھون صانها الله تعالیٰ عن شرور والمحن۔ فقط۔

اشعار در متابعت فحول وازاشعار بشارت قبول

ہر چند کہ استدلالیات میں اقناعیات کا لانا ظاہر بے محل ہے اس لئے مجھ کو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسوید پر منام میں قلب پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں صحابہؓ کی تنشیط ورفع کے لئے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے بھی جوش میں آکر شعر پڑھا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کیلئے اشعار ذکر کرنا موافقت سنت کی ہے اس منام سے وہ تردد بھی رفع ہوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے کے

صواب وخطا ہونیکے متعلق کھٹکتا تھا دفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کیجاتی اور بوجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں اقناعیت بھی مضر نہیں چونکہ رویا بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لئے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوئی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اس کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اب اول حدیث خندق کی پھر رویا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں پھر اشعار معہودہ مثنوی معنوی سے نقل کرکے آخر میں لکھتا ہوں۔

حدیث خندق۔ عن انسؓ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المہاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ ولم یکن لہم عبید یعملون ذلک لہم فلما رأی ما بہم من النصب والجوع قال اللہم ان العیش عیش الاخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ فقالوا مجیبین لہ نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما بقینا ابدا اخرجہ الشیخان والترمذی۔ تیسیر کلکتہ ص۳۲ کتاب الغزوات غزوۂ خندق

حدیث رویا۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ اخرجہ البخاری متصلا ومالک عن عطاء مرسلا وزاد یراہا الرجل او تری لہ۔ تیسیر کلکتہ ص۸۱ کتاب التعبیر فصل اول۔

اشعار مثنوی

باہوا و آرزو کم باش دوست — چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں — ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں

آں رہے کہ بارہا تو رفتہ — بے قلاوز اندراں آشفتہ

پس رہے را کہ نرفتی تو ہیچ — ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ

اندر آ در سایۂ آں عاقلے — کش نتاند برد از رہ ناقلے

ہیں تقرب جو بدو سوئے الٰہ — سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند — دیدۂ ہر کور را روشن کند

دستگیر و بندہ خاص الٰہ — طالباں را می برد تا پیشگاہ

یار باید راہ را تنہا مرو — از سر خود اندریں صحرا مرو

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید — ہم بعون ہمت مرداں رسید

کتبہ

اشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی الجشتی
الامدادی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

دلالۃ بر عقل و استدلال امام اعظم تلویحات کتاب و سنت و تصریحات اکابر امت ؒ

برائے تقویت مقدمہ مذکور جواب شبہ دوم مقصد ششم بقولہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے لو آیۃ و اخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ سورۃ جمعہ تفسیر آیۃ بحدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابو ہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان و اہل فارس میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب التفسیر تخریج حدیث بقول محدثین۔ حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ ہونے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے۔ علامہ شامی صاحب سیرۃ تلمیذ سیوطی نے کہا کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا مراد ہونا ظاہر ہے بلا شبہ ہے۔ کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا۔

حدیث۔ علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق ۱۵۰ھ ڈیڑھ سو میں اٹھ جاوے گی شرح شمس الدین کردری نے کہا کہ یہ حدیث امام صاحب پر محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی سن میں انتقال ہوا ہے۔

حدیث سوم مع الشرح۔ محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان سے

نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم ہوگی یہاں تک کہ
علم خوب شائع ہو جاویگا فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہ کا علم برکات صحابہؓ امام صاحب کے
والد ماجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے
ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حسب قول
امام ذہبیؒ یہ امر صحت کو پہنچ گیا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغر سنی میں دیکھا ہے
اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا ہے
اور وہ سرخ خضاب فرمایا کرتے تھے خطیبؒ نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت
انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا
صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچا۔ مگر حضرت انسؓ کی رویت سے مشرف ہوئے
ہیں پس اگر رویت صحابی پر اکتفا کیا جاوے تو امام صاحب تابعی ہیں پس فضیلت
آیت والذین اتبعوھم باحسان بھی آپ کو شامل ہوگی اور اگر روایت شرط
ہو تو نہیں تاہم خیر القرون الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے اور بعض علماء
نے روایۃ بھی ثابت کی ہے جیسا تبییض الصحیفہ میں ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد
طبری شافعی سے منقول ہے۔ برکات اہل بیت نبوۃ مفتاح السعادۃ میں ہے
کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام
جعفر صادقؓ نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفرؓ کی گود میں پرورش فرمائی
بشارت تابعی بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیب نے تاریخ
میں امام جعفر صادق کا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھولکر
آپ کے استخوان مبارک اپنے سینہ سے لگانا اور حضرت محمد بن سیرینؒ کا

آپ کے نشر علم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی تعبیر دینا بیان کیا ہے۔

اسما بعض شیوخ امام صاحب

حماد بن سلیمان۔ سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبد اللہ بن دینار عطار بن ابی رباح عطاء بن السائب۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ نافع مولیٰ ابن عمر علقمہ بن مرثد۔ محمد بن السائب۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔ ہشام بن عروہ قتادہ۔ عمرو بن دینار۔ عبد الرحمن بن ہرمز وغیرہم مما ذکر والحافظ المزی نے تہذیب الکمال مفتاح السعادت میں چار ہزار بتلائے ہیں۔

بعض رواۃ وتلامذہ۔ عبد اللہ بن مبارک عبد اللہ بن یزید مقری۔ عبد الرزاق بن ہمام۔ عبد العزیز بن ابی رواد۔ عبد اللہ بن یزید القرشی ابو یوسف محمد زفر حسن داؤد طائی۔ وکیع حفص بن غیاث۔ حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم مما ذکرہم المزی واللکنوی۔ اور سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ وتلامذہ کو بسط سے لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرؤ علی دین خلیلہ اصحاب متبوعین وتابعین کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہذا شیوخ وتلامذہ کا ایزاد مناسب سمجھا گیا۔

اسماء بعض اکابر مادحین امام صاحب از متقدین ومتاخرین کہ مدح شان بحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است

امام مالکؒ۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ یحیٰی بن معین۔ علی بن المدینی شعبہ۔ عبداللہ بن مبارک۔ ابوداؤد بن جریج۔ یزید بن ہارون۔ سفیان۔ شداد بن حلیم۔ مکی بن ابراہیم۔ یحیٰی بن سعید قطان۔ اسد بن عمرو۔ عبدالعزیز بن رواد۔ سیوطی ابن حجر مکی۔ ذہبی۔ ابن خلکان۔ یافعی۔ ابن حجر عسقلانی۔ نووی۔ غزالی۔ ابن عبد مالکی۔ یوسف بن عبدالہادی حنبلی۔ خطیب۔ عبداللہ بن داؤد۔ جوینی۔ صاحب قاموس شمس الائمہ کردری۔ دمیری۔ عبدالوہاب شعرانی۔ طحاوی۔ سبط ابن الجوزی۔ وغیرہم

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

البصر۔ فقیہ۔ امام۔ اورع۔ عالم۔ متعبد۔ کبیرالشان۔ معرض عن الدنیا محتاج الیہ فی الفقہ۔ ثقہ۔ قائم بالحجہ۔ اعلم الفقہ۔ حافظ سنن وآثار۔ حسن الرائے۔ مجاہد فی العبادہ۔ کثیر البکاء فی اللیل۔ اعقل۔ ذکی۔ متقی۔ موثر۔ نقی۔ کثیر الخشوع۔ کثیر الصمت۔ دائم التضرع۔ صاحب الکرامات۔ عابد۔ زاہد۔ عارف باللہ۔ مریدہم

اللہ بالعلم کیت وکیفت۔ نقفہ سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ بشکری کا سماع خود امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت ومقابلہ کرتا ہوں۔ اور آپ نے بقول خطیب خوارزمی اسّی ہزار مسائل سے زیادہ وضع فرمائے

وفات بعد برداشت فرمائے ظلم وایذاء شدید کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے۔ سجدہ میں گر گئے اور اسی میں وفات فرمائی۔ نقل اکلہ من مقدمۃ الھدایۃ والسعایۃ والنافع الکبیر والتعلیق الممجد لمولانا عبد الحی المرحوم اللکھنوی۔

ملحض مرام جب ایسے دلائل قویہ سے امام صاحب کے لیے فضائل سنیہ ثابت ہوں پس آپ کے علم واجتہاد میں کیا کلام ہے اور یہی مدار ہے مقتدا فی الدین لائق تقلید ہونے کا جو کہ مقصود مقام ہے۔ فقط۔

ختم شد